ڈاکٹر طاہر القادری بطور مترجم قرآن

(اصول ترجمہ کی روشنی میں ایک ناقدانہ جائزہ)

Dr. Tahir-ul-Qadri as the translator of the Qur'an

(A critical review in light of the principle of translation)

Syed Muhammad Saqib Gilani
PhD Scholar, Univeresity Of Lahore, Lahore
saqibgilani22@gmail.com
Dr Zahoor Ullah Azhari
Pro. Department Of Islamic Studies, Al-Qadir Univeresity, Sohava

ABSTRACT

The Holy Quran is the eternal source of guidance for whole mankind. Its teachings are for all nations and classes. Therefore, Islamic scholars have been working to communicate the teachings of the Holy Quran to the people in every era. A translator should have strong command on grammer of both languages. He should have comprehensive knowledge of Quran and Sunnah and have a grip on relevant subjects .

There are many Urdu translations of the Holy Quran. Dr Tahir-ul-Qadri has also translated the Holy Quran in Urdu language named “Irfan ul Quran”. He is a very competent scholar. He is the founder of Minhaj ul Quran International. He has written more than one thousand books on different Islamic topics.

In this article, it has been critically reviewed of his urdu translation of the Holy Quran “Irfan ul Quran” in the light of basic principles of translating the Holy Quran into other languages.

Key Words: Quran, Scholar, principles of translation, Irfan ul Quran, Dr. Tahir ul Qadri.

تعارف:

قرآن مجید تمام نسل انسانیت کے لیے دائمی ہدایت کا ذریعہ ہے۔اس لیے مسلم سکالرز اس کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہیں۔اس سلسلے میں اُردو زبان میں بھی قرآن پاک کئی تراجم ہوئے۔ترجمہ کرنے کے لیے مترجم کا دونوں زبانوں کی گرامر پر عبور ہونا ضروری ہے۔اس کے علاوہ قرآن و سنت کا وسیع علم اور اصول ترجمہ سے آگاہی ضروری ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری دور جدید کے ایک نامور عالم دین ہیں جو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر ایک ہزار سے زائد کتب لکھ چکے ہیں۔عرفان القرآن آپ کا نادر روزگار ترجمہءقرآن ہے۔یہ ترجمہ اپنے اسلوبِ بیان کے حوالے سے دیگر تمام تراجم سے منفرد

اور ممتاز ہے۔ اصول تراجم کی روشنی میں مجموعی طور پر ''عرفان القرآن'' ایک بہترین اُردو ترجمہ قرآن ہے۔اس ترجمہ کی پسندیدگی اور عوام وخواص میں مقبولیت کا پیمانہ اسکی اب ک کی مسلسل سو سے زائد اشاعتیں اور لاکھوں کاپیوں کی دنیا بھر میں طلب کا غیر معمولی ریکارڈ ہے۔اس ترجمہ قرآن کو انگریزی میں کے نام سے بھی شائع کیا جارہا ہے اور انگریزی دان طبقے میں کافی زیادہ پڑھا جارہا ہے۔ذیل میں ہم بالترتیب اسکے فنی محاسن کا اجمالی تذکرہ کررہے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری بطور مترجم قرآن

قرآن مجید کا کسی بھی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔اس کے لئے مترجم کو دونوں زبانوں کی گرامر پر عبور ہونا ضروری ہے۔اسے قرآن وحدیث، بلاغت، لغت اور صرف ونحو وغیرہ پر کامل دسترس ہونی چاہیے۔وہ دونوں زبانوں کے محاورات، ضرب الامثال اور تشبیہات وغیرہ سے واقف ہو۔ذیل میں چند اصول ترجمہ کی روشنی میں ڈاکٹر طاہر القادری کے اردو ترجمہ قرآن ''عرفان القرآن'' کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں:

(ا) فعل ماضی کا ترجمہ بغیر کسی قرینہ کے حال اور مستقبل میں نہ کرے: (1)

﴿وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ سَبَقُواْ إِنَّهُمْ لاَ يُعْجِزُونَ﴾ (2)

اس آیت کا بعض حضرات نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:

"اور یہ کافر یہ گمان نہ کریں کہ وہ نکل بھاگیں گے، وہ ہمارے قابو سے باہر نہیں جاسکیں گے۔" (مولانا امین احسن اصلاحی)

اس ترجمہ میں بغیر کسی قرینہ کے فعل ماضی کا ترجمہ مستقبل میں کر دیا گیا ہے۔اب ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اور کافر لوگ اس گمان میں ہرگز نہ رہیں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے۔بیشک وہ (ہمیں) عاجز نہیں کر سکتے۔" (عرفان القرآن)

(1) محی الدین غازی، ڈاکٹر، ''اردو تراجم پر ایک نظر'' الشریعہ، گوجرانوالہ، جلد نمبر ۲۶ شمارہ نمبر ا، جنوری ۲۰۱۵ء

(2) الانفال 59:8

ڈاکٹر طاہر القادری نے فعل ماضی کا ترجمہ ماضی میں ہی کیا ہے۔

(۲) اگر متن میں صلہ مذکور نہ ہو تو صلہ والا ترجمہ نہ کیا جائے:

﴿ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾[1]

اس آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"یہ حالت جس میں تم مبتلا ہو، اس وجہ سے ہے کہ جب اکیلے اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم ماننے سے انکار کر دیتے تھے اور جب اُس کے ساتھ دوسروں کو ملایا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب فیصلہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاتھ ہے۔" (مولانا مودودی)

دعا کا مطلب بلانا اور پکارنا ہوتا ہے۔ اگر کسی کی طرف بلایا جانا مقصود ہو تو جس کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اس پر الی کا صلہ لگتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں دُعیَ الی اللہ کے الفاظ نہیں بلکہ دُعیَ اللہ کے الفاظ ہیں۔ اس لیے یہ ترجمہ مناسب نہیں کیوں کہ اس میں "الی" کا ترجمہ کیا گیا ہے اور "الی" صلہ متن میں مذکور نہیں۔ اب ڈاکٹر طاہر القادری ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"یہ (دائمی عذاب) اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ کو تنہا پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان جاتے تھے۔ پس (اب) اللہ ہی کا حکم ہے جو (سب سے) بلند و بالا ہے۔" (عرفان القرآن)

ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں "الی" صلہ کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ آیت کا دوسرا حصہ وَاِنْ یُشْرِكْ بِهٖ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ پہلے حصہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کو پکارنے کی بات کی جا رہی ہے نہ کہ دعوت الی اللہ کی۔[2]

(1) المؤمن 12:40

(2) محی الدین غازی، ڈاکٹر، "اردو تراجم پر ایک نظر" الشریعہ، گوجرانوالہ، جلد نمبر ۲۶ شمارہ نمبر ا، جنوری ۲۰۱۵ء

(۳) ترجمہ میں تفسیری اضافہ نہ کیا جائے بلکہ اسے قوسین میں ظاہر کیا جائے

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُط كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًاط وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۔[1]

اس آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اور اے پیغمبر ﷺ، جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور (اس کے مطابق) اپنے عمل درست کر لیں، انہیں خوشخبری دے دو کہ اُن کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے جب کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا، تو وہ کہیں گے کہ ایسے ہی پھل اس سے پہلے دنیا میں ہم کو دیے جاتے تھے ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے"۔ (تفہیم القرآن)

بعض اوقات ترجمہ کرتے وقت مترجم کچھ ایسے اضافے کرتا ہے جو محل ترجمہ نہیں بلکہ محل تفسیر ہوتے ہیں۔ ایسے اضافے قابل اعتراض نہیں ہیں اگر وہ قوسین کے اندر کیے گئے ہوں

اس مقام پر ڈاکٹر طاہر القادری کا تراجمہ ملاحظہ کریں:

"اور (اے حبیب!) آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنادیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب انہیں ان باغات میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو (اس کی ظاہری صورت دیکھ کر) کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (دنیا میں) پہلے دیا گیا تھا، حالانکہ انہیں (صورت میں) ملتے جلتے پھل دیے گئے ہوں گے۔ ان کے لیے جنت میں پاکیزہ، بیویاں (بھی) ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔" (عرفان القرآن)

ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ اس لیے زیادہ مناسب ہے کہ انہوں نے تمام تفسیری اضافے قوسین میں ذکر کیے ہیں۔

(1) البقرۃ 25:2

(۴) گرامر کے اصول کالحاظ رکھنا: [1]

فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُلا رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ [2]

اس آیت کاایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"مگر جب ایک محکم سورت نازل کر دی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔" (تفہیم القرآن)

اب گرامر کے اس اصول کو پیشِ نظر رکھ کر ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"پھر جب کوئی واضح سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں (صریحاً) جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ایسے لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے ملاحظہ فرماتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف (اس طرح) دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔" (عرفان القرآن)

ڈاکٹر طاہر القادری نے گرامر کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے درست ترجمہ کیا۔

(۵) لفظ کے لغوی معنی کی رعایت کرنا: [3]

قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ [4]

اس آیت کا بعض حضرات نے یوں ترجمہ کیا ہے "کہا اے میری قوم میں تمہارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔" (مولانا اشرف علی تھانوی)

لفظ انذار کے بارے میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

---

(1) المالکی، السید محمد بن علوی، زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن، مترجم غلام نصیر الدین، فرید بک سٹال، لاہور، 2009ء، (ص52)

(2) محمد 20:47

(3) چشتی، پیر محمد، مولانا، اصول ترجمہ، مکتبہ آواز حق، پشاور، 2017ء، (ص165)

(4) نوح 2:71

الانذار: اخبار فيه تخويف كما ان التبشير اخبار فيه سرور.[1]

ڈاکٹر طاہر القادری نے "نذیر" لفظ کے لغوی معنی کی پوری طرح رعایت کرتے ہوئے بہت مناسب ترجمہ کیا ہے۔

(٦) حرف جازم "لَمْ" کے معنی کی رعایت:

﴿ءَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُواْ بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَىٰكُمْ صَدَقَٰتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُواْ وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُواْ الصَّلَوٰةَ وَاٰتُوا الزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُواْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ.﴾[2]

اس آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"کیا تم ڈر گئے اس بات سے کہ تخلیہ میں گفتگو کرنے سے پہلے تمہیں صدقات دینے ہوں گے؟ اچھا، اگر تم ایسا نہ کرو اور اللہ نے تم کو اس سے معاف کر دیا تو نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔" (مولانا مودودی)

اس لفظ کا ترجمہ ہو گا "جب تم نے نہ کیا"

"کیا (بارگاہِ رسالت ﷺ میں) تنہائی و رازداری کے ساتھ بات کرنے سے قبل صدقات و خیرات دینے سے تم گھبرا گئے؟ پھر جب تم نے (ایسا) نہ کیا اور اللہ نے تم سے باز پرس اٹھالی (یعنی یہ پابندی اٹھا دی) تو (اب) نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بجالاتے رہو۔" (عرفان القرآن)

ڈاکٹر طاہر القادری نے "لَمْ" کے معنوی عمل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درست ترجمہ کیا ہے۔

(٧) ایک ہی آیت میں مختلف صیغوں کے معانی کا لحاظ:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا﴾[3]

---

(1) اصفہانی، امام راغب، (1412ھ)، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیہ، دمشق، بیروت، (ص: 797)

(2) المجادلہ 58:13

(3) الزمر 39:21

مندرجہ بالا آیت میں دو افعال ماضی کے صیغے میں ہیں جبکہ بعد کے تمام افعال مضارع کے صیغے میں ہیں۔اس کی رعایت ترجمہ میں ہونی چاہئے لیکن اوپر والا ترجمہ میں تمام افعال کا ترجمہ استمراری حال میں کر دیا گیا ہے جو مناسب نہیں۔ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے ترجمے میں ان تمام صیغوں کے معانی کا لحاظ رکھا ہے۔ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

"(اے انسان!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کیے، پھر اس کے ذریعے کھیتی پیدا کرتا ہے جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، پھر وہ (تیار ہو کر) خشک ہو جاتی ہے پھر (پکنے کے بعد) تو اسے زرد دیکھتا ہے، پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔" (عرفان القرآن)

(١٠) متن کے ایک جملہ کا ترجمہ ایک سے زیادہ جملوں میں نہ کیا جائے:[1]

﴿يعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾[2]

مولانا اشرف علی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے۔" (مولانا اشرف علی تھانوی)

متن ایک جملہ پر مشتمل تھا جبکہ ترجمے میں دو جملے کر دیے گئے ہیں۔اس طرح ترجمہ کا حجم متن سے کافی زیادہ ہو گیا ہے۔ اب ڈاکٹر طاہر القادری نے آیت کے اس حصے کا ترجمہ ایک ہی جملہ میں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

"وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔" (عرفان القرآن)

(٨) سائنسی حقائق کو ترجمے میں سمونا:

(i) ﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾[3]

"اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے۔ پس ہم نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا۔" (عرفان القرآن)

(1) اصول ترجمہ(ص156)

(2) البقرۃ2:102

(3) الانبیاء21:30

سائنسی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ کائنات کا آغاز ایک بڑے دھماکہ (Big Bang) سے ہوا تھا۔اس نظریہ کے مطابق ابتدا میں آسمان اور زمین ایک اکائی کی صورت میں تھے۔ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ نتیجتاً زمین و آسمان الگ الگ ہو گئے اور کائنات کی تخلیق عمل میں آئی۔ یہ نظریہ مارٹن رائل (Martin Ryle) اور ایلن آر سینڈیج (Allan R. Sandage) نے پیش کیا تھا۔[1]

(ii) ﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾[2]

"جس نے آسمانی کرّوں اور زمین کو اور اس (کائنات) کو جوان دونوں کے درمیان ہے چھ ادوار میں پیدا فرمایا۔"(عرفان القرآن)

یوم قرآنی اصطلاح ہے۔قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر اس سے مراد مختلف مدت لی گئی ہے۔اس اعتبار سے چھ ایام میں تخلیقِ کائنات سے مراد کائنات کی چھ ادوار میں تخلیق ہے۔جدید سائنسی تحقیقات نے ان چھ ادوار کو یوں بیان کیا ہے :

پہلا دور: جملہ سموات (سماوی طبقات کائنات) کی تخلیق پہلے دو ادوار میں مکمل ہوئی۔

دوسرا دور: اسے Asoic Era کہتے ہیں اور یہ تین ہزار ملین سالوں پر محیط ہے۔سماوی طبقات کی طرح زمین کی تخلیق بھی دو ادوار میں مکمل ہوئی۔

تیسرا دور: (Proterozoic Era) اس دور کو Precambrian دور بھی کہتے ہیں۔اس میں زمینی زندگی کے ابتدائی آثار شروع ہوئے۔

چوتھا دور: (Palaeozoic Era) یہ دور زندگی کا قدیم مرحلہ (Ancient Stage) کہلاتا ہے۔

پانچواں دور: (Mesozoic Era) اسے زندگی کا درمیانی زمانہ یا (Middle Age) کہتے ہیں۔

چھٹا دور: سائنسی تحقیقات کے مطابق اسے شروع ہوئے سات کروڑ سال گزر چکے ہیں۔[3]

---

(1)Tahir-ul-Qadri,Dr.,Quranon creation and expansion of the universe, Minhja ul Quran Pablications, Lahore, 1996, (P:26)

(2)الفرقان 59:25

(3)اردو ترجمہ قرآن کی تاریخ میں عرفان القرآن کا امتیازی مقام، (ص 112)

(۹)ترجمہ میں رموزِ اوقاف (Punctuation) کا استعمال:

ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے ترجمہ قرآن "عرفان القرآن" میں رموزِ اوقاف کا بہترین استعمال کیا ہے۔ رموزِ اوقاف سے مراد وہ علامتیں ہیں جو ایک جملے کو یا جملے کے ایک حصے کو دوسرے سے علیحدہ کرتی ہیں۔ رموزِ اوقاف سے جملہ کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے اردو ترجمہ قرآن "عرفان القرآن" سے رموزِ اوقاف کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(i) سکتہ (،): یہ مختصر وقفے یا ٹھہراؤ کے لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً

﴿وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًم بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ﴾[1]

"اور جس نے آسمان سے اندازہ (ضرورت) کے مطابق پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم (بھی مرنے کے بعد زمین سے) نکالے جاؤ گے۔" (عرفان القرآن)

(ii) رابطہ (:): عبارت میں سکتہ یا وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے رابطہ کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔

(iii) ندائیہ (!): اگر جملے میں کسی کو پکارنا یا مخاطب کرنا ہو تو ندائیہ کی علامت استعمال کی جاتی ہے، مثلاً

﴿وَقَالَ مُوسَى يٰفِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِينَ﴾[2]

"اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے فرعون! بیشک میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (آیا) ہوں۔" (عرفان القرآن)

(iv) سوالیہ (؟): یہ علامت سوالیہ جملے کے آخر پر لگائی جاتی ہے، مثلاً

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ﴾[3]

"کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟" (عرفان القرآن)

---

(1) الزخرف 11:43

(2) الاعراف 104:7

(3) الماعون 1:107

(v) قوسین(): اگر تحریر میں جملہ معترضہ (جو وضاحت یا طنز کے لیے لکھا جاتا ہے اور جس کے نہ ہونے سے تحریر میں کوئی فرق نہیں آتا) لکھا ہو تو اسے قوسین میں لکھا جاتا ہے، مثلاً

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ﴾[1]

"پھر اسے نطفہ (تولیدی قطرہ) بنا کر ایک مضبوط جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔" (عرفان القرآن)

(vi) ختمہ (-): عبارت میں یہ علامت کسی جملے کے خاتمے کی علامت ہے اور مکمل ٹھہراؤ کو ظاہر کرتی ہے۔[2]

مثال کے طور درج ذیل آیات کا ترجمہ دیکھیں:

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا﴾[3]

"سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی قسم جب وہ سورج کی پیروی کرے (یعنی اس کی روشنی سے چمکے)۔" (عرفان القرآن)

(۱۰) ترجمہ متن کی لسانی حیثیت کے مطابق ہو۔[4]

سورۃ البقرۃ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِذ قَالَ مُوسَىٰ لِقَومِهِۦٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَأمُرُكُم أَن تَذبَحُواْ بَقَرَة﴾(5)

اس آیت کے درج ذیل تراجم ملاحظہ فرمائیں:

"اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

---

(1) المؤمنون 13:23

(2) فقیر احمد فیصل، پروفیسر، معاونِ ادب پاپولر پبلشنگ ہاؤس اردو بازار، لاہور، 2014، (ص:621)

(3) الشمس 91:1-2

(4) اصول ترجمہ، (ص 57)

(5) البقرۃ 2:67

''اور جب موسی نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک بیل ذبح کرو۔(مولانا فتح محمد جالندھری)

دونوں مترجمین نے لفظ ''بقرۃ'' کا ترجمہ ''بیل'' کیا ہے جو کہ مناسب نہیں۔ لفظ ''بقرۃ'' مونث ہے۔ ابو حیان اندلسی بیان کرتے ہیں:

البقرة: الانثى من هذا الحيوان المعروف.[1]

لہذا لفظ ''بقرۃ'' کا ترجمہ ''گائے'' کرنا ہی مناسب ہے جو کہ اس کی لسانی حیثیت کے مطابق ہے، ڈاکٹر طاہر القادری نے اس لفظ کا ترجمہ کرتے وقت اس کی اس لسانی حیثیت کو مد نظر رکھا ہے۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

''اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب موسی نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو'' (عرفان القرآن)

(۱۱) موصوف اور صفت کا درست تعین کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(i) ﴿ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾[2]

اس آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''عزت والے عرش کا مالک'' (مولانا احمد رضا خان)

مندرجہ بالا ترجمہ میں ''الْمَجِيدُ'' کو عرش کی صفت سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ آیت میں ''الْمَجِيدُ'' عرش کی صفت نہیں۔ دونوں کی اعرابی حالت مختلف ہے۔ ''الْمَجِيدُ'' حالت رفع میں ہے۔ اس لئے یہ عرش کی صفت نہیں ہو سکتا بلکہ ذوالعرش یعنی اللہ کی صفت ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت کا درست ترجمہ کیا ہے۔ آپ کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

---

(1) اندلسی، ابو حیان، (1420ھ) البحر المحیط فی التفسیر، دار الفکر، بیروت، 400/1

(2) البروج ۱۵:85

''مالک عرش (یعنی پوری کائنات کے تحت اقتدار کا مالک) بڑی شان والا ہے۔'' (عرفان القرآن)

(ii) اسی طرح سورہ الرحمن میں ارشاد ربانی ہے:

﴿فِيهَا فَاكِهَةٌ وَٱلنَّخۡلُ ذَاتُ ٱلۡأَكۡمَامِ﴾(1)

اس ترجمہ میں ذات الاکمام کو فاکھۃ اور النخل دنوں کی صفت بنادیا گیا ہے حالانکہ وہ صرف النخل کی صفت ہے۔ تمام پھل اور میوے تو خوشے والے نہیں ہوتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

وَالْكِمُّ: ما يغطي الثمرة وجمعه: أَكْمَام(2)

اس لئے ڈاکٹر طاہر القادری نے ذات الاکمام کو صرف النخل کی صفت بنا کر اس آیت کا درست ترجمہ کیا ہے، جو درج ذیل ہے:

''اس میں میوے ہیں اور خوشوں والی کھجوریں ہیں''(عرفان القرآن)

(۱۲) ترجمہ کرتے وقت آیت کی صرفی حیثیت کو ملحوظ رکھنا یعنی مفرد متن کا ترجمہ مفرد میں، مذکر کا ترجمہ مذکر میں اور مؤنث وغیرہ کا ترجمہ مؤنث میں کیا جائے۔(3)

قرآن مجید میں ارشاد رب کریم ہے:

﴿وَتَرَكَهُمۡ فِي ظُلُمَٰتٖ لَّا يُبۡصِرُونَ﴾(4)

مولانا فتح محمد جالندھری اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔'' (مولانا فتح محمد جالندھری)

---

(1) الرحمن 11:55

(2) المفردات فی غریب القرآن، ص 726

(3) اصول ترجمہ، ص 328

(4) البقرۃ 17:2

اس آیت میں لفظ "ظُلُمٰت" مونث ہے جو "ظلمة" کی جمع ہے۔اس کا ترجمہ "اندھیروں" کیا گیا ہے۔گویا مونث لفظ کا ترجمہ مذکر میں کر دیا گیا ہے۔یہ چیز ترجمہ کی تعریف کے ہی خلاف ہے۔کیونکہ ترجمہ کی تعریف ہے:

اَلتَّرْجَمَةُ اِبْدَالُ اَلْفَاظِ اَصْلِ الْكَلَامِ بِاَلْفَاظِ اللِّسَانِ الْآخَرِ الَّتِي تَقُوْمُ مَقَامُهَا. (1)

یعنی ترجمہ اسے کہتے ہیں کہ اصل کے الفاظ کو دوسری زبان کے ایسے الفاظ میں بدلا جائے جو اُن کے قائم مقام ہو سکیں۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "الاتقان" میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ: يَجِبُ عَلَى الْمُفَسِّرِ أَنْ يَتَحَرَّى فِي التَّفْسِيرِ مُطَابَقَةَ الْمُفَسَّرِ.(2)

علماء نے کہا ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کے جس لفظ اور حصہ کی تفسیر و ترجمہ کر رہا ہے وہ ترجمہ اس متن قرآن کے مطابق ہو۔

لہٰذا مندرجہ بالا آیت میں لفظ "ظُلُمٰت" ایک مونث لفظ ہے۔اس کا ترجمہ بھی ایسے لفظ سے کیا جائے جو اس کے قائم مقام ہو اور مونث ہو۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے اس مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے اس آیت کا بہترین ترجمہ یوں کیا ہے:

"اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا اب وہ کچھ نہیں دیکھتے۔" (عرفان القرآن)

(۱۳) ترجمے میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ جس لفظ کا پہلے ذکر کیا جانا ضروری ہے، اسے پہلے ذکر کیا جائے(3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذۡ قُلۡتُمۡ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهۡرَةٗ﴾(1)

---

(1)اصول ترجمہ،(ص74)

(2)سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین،(1987ء)الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، 185/2

(3)شاہ ولی اللہ،(2012ء)مقدمہ در قوانین ترجمہ، بحوالہ امام شاہ ولی اللہ (افکار و آثار)، مرتبہ پروفیسر اختر الواسع، البلاغ پبلی کیشنز، دہلی، ص: 303،

اس آیت کاایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''اور جب تم نے (موسیٰ) سے کہاکہ موسیٰ، جب تک ہم خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں گے، تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔''

(مولانا فتح محمد جالندھری)

اس ترجمے میں آیت کی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیاہے۔ حتیٰ نَرَی الله جَهرَةً کاترجمہ پہلے کیا گیاہے اورلَنْ نُّوْمِنَ لَكَ کا ترجمہ بعد میں کیا گیاہے۔ڈاکٹر طاہر القادری نے متن آیت کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ یوں کیاہے:

''اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہر گز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو (آنکھوں کے سامنے) بالکل آشکارا دیکھ لیں۔''(عرفان القرآن)

(۱۴)اگر کسی جگہ متکلم کی مراد سمجھانے میں دشواری پیش آئے تو قاری کو سمجھانے کے لیے کسی لفظ کااضافہ کرنا۔[2]

سورۃ التوبہ میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمِنهُمُ ٱلَّذِينَ يُؤذُونَ ٱلنَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ﴾[3]

اس آیت کاایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

''اوران میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی کوایذادیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ (تو) ایک کان ہے۔'' (حافظ عبدالسلام بھٹوی)

مندرجہ بالاترجمہ پڑھ کر قاری کے ذہن میں تشنگی رہ جاتی ہے کہ کان کہنے سے ان کی مراد کیاہے؟

ڈاکٹر طاہر القادری جب اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں تو پہلے وہ مِنْهُم کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے مراد منافقین ہیں اوراسے بریکٹ میں لکھتے ہیں۔اسی طرح اُذن کی وضاحت بھی کان (کے کچے) کہہ کر کرتے ہیں اور وضاحت کو بریکٹ میں ظاہر

(1)البقرۃ 55:2

(2)رائے پوری، عبدالخالق آزاد، (2016ء) مفتی، قرآنی ترجمہ نگاری کی اہمیت اور اصول و قوانین، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، ص75

(3)التوبہ 61:9

کرتے ہیں کہ یہ اصل متن کا حصہ نہیں۔اس طرح قاری کو پوری آیت کا ترجمہ و مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اور ان (منافقوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی (مکرم ﷺ) کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان (کے کچے) ہیں۔(عرفان القرآن)

(۱۵)ضمائر کے مطابق ترجمہ کرنا ورنہ حاضر کا ترجمہ غائب میں یا غائب کا حاضر میں کرنے سے ترجمہ غلط ہو گا۔[1]

سورۃ البقرہ میں ارشاد رب کریم ہے:

﴿فَإِنِ ٱنتَهَوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[2]

مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔" (مولانا محمد جونا گڑھی)

یہ ترجمہ اس لئے مناسب نہیں کیونکہ متن کے فعل " ٱنتَهَوْا۟ " میں "واؤ" کی شکل میں جو ضمیر فاعل مرفوع متصل ہے، وہ حاضر کی ضمیر نہیں بلکہ ضمیر غائب ہے۔اس لئے اس کا ترجمہ "یہ" سے کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ حاضر کے ساتھ مختص ہے۔اس کا ترجمہ "وہ" سے کرنا چاہیے۔ڈاکٹر طاہر القادری نے ضمیر غائب کے مطابق اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔" (عرفان القرآن)

---

(1)اصول ترجمہ، ص334

(2)البقرۃ 192:2

(۱۶)دو مختلف معانی کے احتمال میں:

اگر متن کا کوئی لفظ دو مختلف معانی کا احتمال رکھے اور دونوں کو مرادِ متکلم قرار دینا درست ہو تو ایسے میں احتیاط یہ ہے کہ اُن میں سے کسی ایک کو ترجمہ کے تسلسل میں لے کر دوسرے کو بریکٹ میں کردے یا لفظ "یا" لکھ کر دوسرے معانی کو بھی لکھ دے۔(1)

سورۃ الحج میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَٱلْبُدْنَ جَعَلْنَٰهَا لَكُم مِّن شَعَٰٓئِرِ ٱللَّهِ﴾(2)

"اور قربانی کے بڑے جانوروں (یعنی اونٹ اور گائے وغیرہ) کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے۔"(عرفان القرآن)

البدن کا معنی اونٹ بھی ہے اور گائے بھی۔(3)

ڈاکٹر طاہر القادری نے بریکٹ میں دونوں کو ظاہر کردیا ہے۔

(۱۷)حروف نواصب کی معنوی تبدیلی کا خیال رکھنا

سورۃ الجن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّا ظَنَنَّآ أَن لَّن تَقُولَ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا﴾(4)

اس آیت کا ایک ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

"اور ہمارا (یہ) خیال تھا کہ انسان اور جن خدا کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے۔"(مولانا فتح محمد جالندھری)

---

(1)اصول ترجمہ، ص91

(2)الحج36:22

(3)ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم ابوالفضل جمال الدین،(1414ھ)لسان العرب، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 48/13

(4)الجن5:72

مولانا جالندھری نے اس آیت کا ترجمہ حال میں کر دیا ہے حالانکہ اس میں حرف ناصبہ "لن" استعمال ہوا ہے۔ جس کے بارے میں عربی قاعدہ یہ ہے کہ یہ فعل مضارع پر داخل ہو کر اس میں نفی تاکید کا معنی پیدا کر دیتا ہے اور اسے مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔اس کو نفی تاکید بلن کہتے ہیں۔[1]

ڈاکٹر طاہر القادری نے حرف ناصب کی اس معنوی تبدیلی اور گرامر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت کا درست ترجمہ اس انداز سے کیا ہے۔

"اور یہ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں ہر گز جھوٹ نہیں بولیں گے۔" (عرفان القرآن)

(۱۸) ترجمہ لفظی اور بامحاورہ خصوصیات کا حامل ہو[2]

ڈاکٹر طاہر القادری کا ترجمہ بیک وقت لفظی اور بامحاورہ خوبیوں کا حامل ہے۔ مثلاً درج ذیل آیات دیکھیں:

(i) ﴿إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخۡفِيهَا لِتُجۡزَىٰ كُلُّ نَفۡسِۭ بِمَا تَسۡعَىٰ﴾[3]

"بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر جان کو اس (عمل) کا بدلہ دیا جائے جس کے لیے وہ کوشاں ہے۔"(عرفان القرآن)

(ii) ﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾[4]

"بے شک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے، اور وہ ان کو (بھی) خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔"(عرفان القرآن)

(1) ظفر، محمد نواز، پروفیسر، (1990ء)، منہاج الصرف، جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن، لاہور، ص 32

(2) قرآنی ترجمہ نگاری کی اہمیت اور اصول و قوانین، ص 118

(3) طٰہٰ 20:15

(4) القلم 68:7

(۱۹) متن کے لفظ کا ترجمہ:

قرآنی متن کا ترجمہ کرتے وقت یہ احتیاط ضروری ہے کہ مترجم ہر لفظ کا ترجمہ کرتے ہوئے کوئی لفظ چھوٹنے نہ پائے مبادا کہ اس کے مفہوم میں کمی واقع ہو جائے۔

﴿مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ﴾[1]

"(تمام جہانوں کے لیے) واجب الاطاعت ہیں، (کیونکہ ان کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے)، امانت دار ہیں (وحی اور زمین و آسمان کے سب اُلوہی رازوں کے حامل ہیں۔) (عرفان القرآن)

مندرجہ بالا آیت میں ایک لفظ "ثَمَّ" استعمال ہوا ہے۔ "ثَمَّ" کا مطلب ہوتا ہے "وہاں" اور یہ دور کے اشارہ کے لیے آتا ہے۔"[2]

ڈاکٹر قادری اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت لفظ "ثَمَّ" کا ترجمہ چھوڑ گئے ہیں۔ اس آیت کا بہتر ترجمہ یوں ہو گا۔

"وہاں اُس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے۔" (مولانا احمد رضا خان)

(۲۰) لفظ " بَنِين " کا اطلاق:

﴿وَيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ﴾[3]

"اور تمہاری مدد اَموال اور اولاد کے ذریعے فرمائے گا۔" (عرفان القرآن)

بَنِين عام طور پر لڑکوں اور بیٹوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ عربی زبان میں جب ولد کا لفظ آتا ہے تو اس میں بیٹا اور بیٹی دونوں اور ان کی اولاد شامل ہوتی ہے۔ یہ مفرد کے لئے بھی آتا ہے اور جمع کے لئے بھی جبکہ ابن صرف اولاد نرینہ یعنی بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے۔ ابو ھلال العسکری اپنی کتاب الفروق اللغوية میں لکھتے ہیں:

يقال الابن للذكر والولد للذكر والانثى.[1]

(1) التکویر 21:81

(2) زجاجی، ابوالقاسم عبدالرحمان بن اسحاق، (1984ء) حروف المعانی والصفات، موسستہ الرسالۃ، بیروت، ص9

(3) نوح 12:71

اس لیے بنین کا ترجمہ ''اولاد'' نہیں بلکہ ''بیٹے'' ہونا چاہیے۔اس آیت کا مناسب ترجمہ یوں ہوگا:

"اور وہ تمہاری مدد اموال اور بیٹوں کے ذریعے فرمائے گا۔"

خلاصہ بحث

شاہ برادران کے تراجم سے لے کر اب تک قرآن حکیم کے اردو زبان میں سینکڑوں تراجم ہو چکے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان بھی اپنا رنگ بدلتی ہے۔ اس لیے ہر دور میں مترجمین نے پہلے سے موجود تراجم کے باوجود نئے ترجمے کی ضرورت کو محسوس کیا ڈاکٹر صاحب نے بھی کوشش کی کہ قرآن مجید کا ایسا جامع اور واضح ترجمہ کیا جائے جو سائنسی، ثقافتی، علمی، معاشی، معاشرتی اور لسانی تبدیلیوں کے ساتھ قارئین کے اذہان کو مطمئن کر سکے۔ چنانچہ عرفان القرآن اکیسویں صدی کا کامیاب ترین ترجمہ ثابت ہوا ہے۔ مترجم نے سیاسی و سماجی اور تہذیبی و ثقافتی تغیر و تبدل سے اردو زبان میں تبدیلی اور ارتقاء کے عمل کو جاری رکھا۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے ترجمہ عرفان القرآن میں منفرد اسلوب اختیار کیا ہے جو لسانی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی، اقتصادی و سیاسی، معاشرتی و ثقافتی تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ اگر عرفان القرآن کا سابقہ تراجم سے تقابل کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ موجودہ سائنسی دور کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ مترجم نے ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جسے اردو کا معیاری اسلوب کہہ سکتے ہیں۔(2)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(1) العسکری، ابو ھلال الحسن بن عبداللہ، (س ن) الفروق اللغویۃ، دار العلم والثقافۃ، القاھرۃ، مصر، ص282

(2) تراجم قرآن اور اردو زبان، ص:221